اُصُولُ الکرخی

مصنف

امام عبید اللہ بن الحسین الکرخی رح

۲۶۰ھ — ۳۴۰ھ

THAT THEY MAY GAIN UNDERSTANDING IN FAITH

مترجم

عبد الرحیم اشرف بلوچ

تحقیقات اسلامی - اسلام آباد

۱۴۰۲ھ

اُصُولُ الکرخی

فقہِ حنفی کے رہنما اُصول جنہیں کلیاتِ فقہ کا مقام حاصل ہے

مصنف

امام عبید اللہ بن الحسین الکرخیؒ

۲۶۰ھ — ۳۴۰ھ

مع مثالی مسائل

امام ابو حفص عمر بن محمد النسفیؒ

۴۶۱ھ — ۵۳۷ھ

مترجم

عبد الرحیم اشرف بلوچ

ادارۂ تحقیقات اسلامی - اسلام آباد

۱۴۰۲ھ

تراجم، مصادرِ قانونِ اسلامی

(۳)

اصُول الکرخی

اصولِ فقہ

ترجمہ : عبدالرحیم اشرف بلوچ

مقدمہ و نظرِ ثانی : مولانا عبدالقدوس ہاشمی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

از جناب ڈاکٹر عبدالواحد ہے ہالیپوتہ صاحب۔ ڈائرکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد

الحمد للہ الذی لا الہ الا ھو والصلوٰۃ والسلام علی جمیع انبیائہ واتباعھم اجمعین۔

یہ چھوٹی سی کتاب جو اس وقت پیش کی جارہی ہے ادارۂ تحقیقات اسلامی کے منصوبہ "اشاعت مصادر فقہیہ" کا ایک ابتدائی حصہ ہے۔ ادارہ نے یہ منصوبہ بنایا ہے کہ تمام ضروری مصادر فقہ اسلامی پر مشتمل ایک سلسلۂ کتب تیار کیا جائے۔ اس طرح کہ اُردو زبان میں فقہ اسلامی کی معتبر اور تسلیم شدہ کتب سے ابواب و فصول پر مرتب کر کے بغیر کسی اضافہ یا اختصار کے مواد منتقل کر دیا جائے تاکہ بوقت ضرورت مطالعہ اور حوالہ میں کام آسکے اور ہمارے عدالتی عہدہ داروں اور قانون پیشہ حضرات کو وقت ضرورت اپنی ہی قومی زبان میں تمام ضروری مواد مل جائے۔ یہ مواد متعدد مجلدات میں مہیا کیا گیا ہے اور اب الحمد للہ اس کی کتابت و طباعت کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب میں ہمارے رفقائے کار نے توجہ اور تندہی کے ساتھ کام کیا ہے اور اس کی سخت پابندی کی ہے کہ اپنی طرف سے کوئی اضافہ نہ کریں بلکہ مسلمہ عربی کتب فقہ سے مواد کو قومی زبان میں منتقل کر دیں۔

اس سلسلہ کی ایک چھوٹی سی کتاب یہ بھی ہے جو ترجمہ ہے امام الکرخی کے اصول و کلیات فقہیہ کا، اور ہر اصل کے ماتحت امام النسفی کے بیان کردہ مثالی مسائل کا۔ اس میں امام الکرخی نے فقہ حنفی کے ماتحت مسائل کو حل کرنے کے لئے کلیات پیش کئے ہیں اور یہ بتایا ہے کہ حکم فقہی کس کلیہ کے ماتحت لگائے جاتے ہیں۔ یہ ایسے رہنما اصول احکام

ہیں جن کو نظر میں رکھ کر ایک فقیہ پیش آنے والے مسائل پر حکم شرعی لگا سکتا ہے ۔ الکرخی کے بعد پیدا ہونے والے عظیم المرتبت فقیہ امام النسفی نے ہر کلیہ کے ماتحت ایک مسئلہ کا بطور مثال اندراج کر دیا ہے ۔ اس سے کلیات فقہ کے سمجھنے اور ان کے ماتحت استنباط مسائل میں بڑی گراں قدر علمی رہنمائی حاصل ہوتی ہے ۔ اور مطالعہ کرنے والے کو یہ واضح طور پر نظر آجاتا ہے کہ ان کلیات سے جزئی مسائل کس طرح استنباط کئے جا سکتے ہیں۔

ان کلیات کا عربی سے ترجمہ ہمارے صاحب علم جواں سال رفیق کار جناب عبدالرحیم اشرف بلوچ نے کیا ہے اور مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی نے اس پر نظر ثانی کرنے کے علاوہ ایک معلومات آفریں مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے ۔ ہم یہ امید کرتے ہیں کہ یہ کتاب ناظرین کے لئے مفید اور فقہ اسلامی کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے کار آمد ثابت ہوگی ، اور اللہ تعالےٰ سے دست بدعا ہیں کہ ہمیں زیادہ سے زیادہ توفیق خیر عطا فرمائے ۔ وما توفیقنا الا باللہ العلیم الخبیر۔

مورخہ ۴ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۰۲ھ
مطابق یکم مارچ سنہ ۱۹۸۲ء

عبدالواحد جے ہالیپوتہ
ڈائرکٹر ادارۂ تحقیقات اسلامی
اسلام آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

مولانا عبد القدوس ہاشمی

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ رب العلمین،

والصلوٰۃ والسلام علی جمیع الانبیاء المرسلین ولاسیما علی النبی الذی لانبی بعدہ وجعلہ اللہ رحمۃ للعلمین

وعلی اصحابہ واتباعہ اجمعین۔

فاضل گرامی مرتبت جناب پروفیسر ڈاکٹر عبد الواحد ہالیپوتا صاحب ڈائرکٹر ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد نے مجھ سے فرمائش کی کہ اس مختصر سی کتاب اصول الکرخی کے اُردو ترجمہ پر ایک مقدمہ لکھوں۔ میں نے بھی مناسب سمجھا کہ اس ترجمہ پر ایک مقدمہ لکھ دوں۔ شاید کسی مطالعہ کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ میری تحریر کو مفید اور کار آمد بنا دے۔ سب کچھ اسی کے اختیار میں ہے اور وہی توفیق خیر عطا فرمانے والا ہے۔

یہ چھوٹی سی کتاب جس میں صرف ۳۹ کلیات فقہی درج ہیں، قدیم حنفی فقیہ عالم امام الکرخی المتوفی ۳۴۰ھ ہجری کے مرتب کردہ فقہی کلیات پر مشتمل ہے۔ ان میں سے تینؔ کلیات امام الکرخی کی فقہ حنفی سے شدید وابستگی کے نتائج ہیں۔ انہیں حقیقۃً فقہی کلیات نہیں کہا جاسکتا۔ باقی ۳۶ کلیات وہ ہیں جن کے ماتحت فقہ حنفی کی جزئیات آتی ہیں۔ اور یہ بہت ہی اہم ہیں۔ امام الکرخی کے بعد پیدا ہونے والے مشہور فقیہ علامہ النسفی نے ان کلیات کو اچھی طرح ذہن نشین کرانے کے لئے ہر کلیہ کے ساتھ ایک ایک جزئی مسئلہ کا بطور مثال اضافہ کر دیا ہے۔ علامہ النسفی کی وفات ۵۳۷ھ ہجری میں ہوئی ہے۔

ادارۂ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کے نوجوان و ہونہار رکن جناب عبد الرحیم اشرف بلوچ نے اسے عربی سے عام فہم اُردو زبان میں منتقل کر دیا ہے۔ اور اچھا ترجمہ کیا ہے۔ اب یہ کتاب عربی نہ جاننے والوں کے لئے بھی کار آمد

ہو گئی ہے۔ اس سے فقہ حنفی کا مطالعہ کرنے والوں کو یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ فقہ کے جزئی مسائل کس طرح کلیات کے ماتحت آتے ہیں۔ ان کلیات پر غور کرنے سے یہ بات بھی بہ آسانی سمجھ میں آجائے گی کہ کسی خاص صورتِ حال پر حکم فقہی کی تطبیق میں کلیات فقہ سے کس طرح استفادہ کیا جاتا ہے۔ اور وہ کیا مسلمہ اصول ہوتے ہیں جن کے ماتحت استخراج مسائل کئے جاتے ہیں۔

مثلاً یہ ایک اصول ہے کہ:۔

جو بات یقین سے ثابت ہو چکے وہ کسی شک سے زائل نہیں ہو سکتی۔

اس اصل سے بہت سے جزئی مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ اُن میں سے یہ ایک مسئلہ بھی ہے کہ اگر کسی شخص کو یقین کے ساتھ یہ یاد ہے کہ اس نے وضوء کر لیا تھا، اس کے بعد اسے یہ شک ہوتا ہے کہ شاید اُس کا وضو کسی وجہ سے ٹوٹ گیا ہو تو اس صورت میں اس کا وضو باقی ہے۔ وضو کرنے کا یقین جب تک قائم ہے، وضو ٹوٹنے کا شک اسے زائل نہیں کر سکتا۔

یا یہ اصول ہے کہ:۔

ظاہری صورت حال استحقاق کو دفع کر سکتی ہے لیکن کوئی استحقاق پیدا نہیں کر سکتی۔

اس اصل سے یہ جزئی مسئلہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ ایک شخص ایک مکان پر قابض ہے۔ کسی دوسرے شخص نے اس مکان پر ملکیت کا دعویٰ کیا ہے تو اس شخص اول کا ظاہری قبضہ مدعی کے حق کو دفع تو کر سکتا ہے لیکن اس قبضہ سے اسے حق شفعہ عطا نہیں کر سکتا۔ جب تک دلائل سے یہ نہ ثابت ہو جائے کہ مکان حقیقۃً اسی کی ملکیت ہے۔

یقیناً یہ کام ایک بالغ نظر فقیہ اور ایک وسیع مطالعہ رکھنے والا عالم ہی کر سکتا ہے کہ جزئی مسائل کو سامنے رکھ کر ان سب میں سے کارفرما اصول کو بطور کلیات مرتب کر دے۔ امام الکرخی کے یہ چند اصول فقہیہ کو حنفی فقیہوں کے نزدیک ہمیشہ ہی بڑی مقبولیت حاصل رہی ہے۔ اور زمانہ مابعد میں آنے والے فقہاء اور قضاۃ نے ان اصول سے بڑا استفادہ کیا ہے۔ نہ صرف استخراج مسائل میں ان سے استفادہ کیا ہے بلکہ خود اپنے افکار، مطالعہ اور ذہانت سے الکرخی کے اصول و کلیات میں کافی اضافے بھی کئے ہیں۔ ان اضافوں میں ایک بہت ہی اہم اضافہ وہ ہے جو علامہ ابن نجیم المصری المتوفی سنہ ۹۷۰ھ نے اپنی معروف و مشہور کتاب الاشباہ والنظایر میں کیا ہے۔ ابن نجیم کی اس کتاب الاشباہ والنظایر میں فقہی مسائل کے استخراج کے لئے

بڑی قیمتی کلیات درج ہیں۔ جن کی تعداد امام الکرخی کے ان چند کلیات سے زیادہ ہے۔ لیکن بہر حال، الفضل للمتقدم یہ فضیلت امام الکرخی کو حاصل ہے کہ انھوں نے مسائل فقہیہ کے لئے اصول وکلیات بنا کر تیار کر لئے۔ جن پر زمانۂ مابعد میں غور اور اضافے ہوتے رہے۔

اس سلسلہ کا سب سے زیادہ حادی اضافہ امیر المؤمنین سلطان عبد العزیز العثمانی المتوفی سنہ ۱۲۹۳ء کی قائم کردہ اس مجلس فقہاء نے کیا جس کے سپرد مجلۃ الاحکام العدلیہ کا کام کیا گیا تھا۔ یہ کلیات ۹۹۔ یا ایک سو دفعات پر مشتمل ہیں۔ اس کے بعد سولہ قوانین ہیں جو ۱۷۵۱ دفعات پر حاوی ہیں۔ اور غور سے مطالعہ کرنے والوں کو نظر آتا ہے کہ ابتدائی کلیات کا ان تفصیلی قوانین کی دفعات پر کیا اثر ہے۔

یہ قوانین ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء تک جب کہ ترکی کو اس صدی کی پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) میں شکست ہوئی بلکہ اس کے بعد بھی ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۸ء تک جب کہ خلافت کا ادارہ ختم کر دیا گیا۔ تمام قلمرو ترکیہ میں قوانین معمولہ عدالت کی طرح چلتے رہے۔ اس کی بہت سی شرحیں لکھی گئیں جن میں دو باپ بیٹے الاتاسی کی اور رستم بن باز کی شرحیں مقبول و معروف رہیں۔

یہاں تک تو اس مختصر سی کتاب کے متعلق تعارفی کلمات تھے۔ اب میں مناسب سمجھتا ہوں کہ خود فقہ اسلامی کے متعلق چند سطور لکھ دوں جس سے اس کتاب کا تعلق ہے:-

فقہ

لفظ فقہ عربی زبان کا ایک لفظ ہے جس کا لغوی مادہ ف۔ ق۔ ھ ہے۔ اس مادہ کے معنی موضوع لہ یہ ہیں۔ سمجھ بوجھ اور کسی متکلم کے معنی مقصود کی تہ تک پہنچ کر بات کو پوری طرح سمجھ لینا۔

کسی لفظ کے معنی موضوع لہ سے ہٹا کر یا ترقی دے کر اسے معنی مجاز، استعارہ یا معنی منقول عرفی اور معنی منقول فنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس وقت اس کے معنی مقصود وہی ہوتے ہیں جس کے لئے یہ لفظ استعمال کیا گیا ہو۔

قرآن میں لفظ فقہ ثلاثی مجرد کے مختلف صیغوں میں باربار اور باب تفعل میں بھی ایک بار موجود ہے جملہ بیس بار آیا ہے۔

(۱) فمالِ ھٰؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثاً۔
(سورۃ النساء آیت ۷۸)

(۲) فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طایفۃ لیتفقھوا فی الدین
(سورۃ التوبہ آیت ۱۲۲)

(۳) بل کانوا لا یفقھون الا قلیلا
(سورۃ الفتح آیت نمبر ۱۵)

قرآن مجید میں یہ مادہ جہاں کہیں آیا ہے۔ اپنے اصل معنی موضوع لہ کے لیئے آیا ہے۔ کہیں مجاز، استعارہ یا منقول الیہ معنی کے لیئے نہیں آیا ہے۔ ہر جگہ اس کے ایک ہی معنی مقصود ہیں۔ یعنی بات کو اچھی طرح سمجھنا اور بات کی تہ کو پہنچ کر معنی مقصود کو اچھی طرح سمجھ لینا۔

علوم اسلامیہ کی اصطلاح میں علم الفقہ کہتے ہیں۔ اس فن کو جس میں کسی صورت واقعہ پر اللہ و رسول کے حکم یا اس سے مستفاد کسی حکم شرعی کو بیان کر کے اس کی تطبیق صورت واقعہ پر کی جاتی ہے۔ اور جو عالم یہ خدمت انجام دیتا ہے اُسے اصطلاحاً فقیہ کہا جاتا ہے۔

مثلاً زید نے ایک فقیہ سے سوال کیا کہ وہ جب مسجد میں پہنچا تو امام اور ساری جماعت رکوع میں تھی۔ وہ بھی رکوع میں شریک ہو گیا تو کیا وہ رکعت اسے مل گئی یا اسے تکمیل نماز کے لیئے سلام کے بعد وہ رکعت بھی پڑھنی چاہیئے؟ اس کے جواب میں فقیہ نے اس سے کہا کہ جس رکعت کے رکوع میں وہ شریک جماعت ہو گیا تھا وہ رکعت اس کو مل گئی۔ اب اسے دوبارہ یہ رکعت بعد سلام نہیں پڑھنی چاہیئے۔ یہ ایک فقہی حکم ہوا جس کی بنیاد خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فتویٰ پر ہے۔ آپؐ نے بھی ایک پوچھنے والے صحابی کو یہی حکم دیا تھا۔

مثال کے لیئے ایک اور جزئی مسئلہ کو لیجیے۔

ایک شخص نے کسی خریدار کو ایک مال فروخت کر دیا۔ اسے جہاز ران کمپنی کے حوالہ کر کے متعلقہ کاغذات بنک کو دے دیئے اور بنک نے خریدار کی جمع شدہ رقم سے یا کسی دوسرے ملک کے بنک میں جمع کردہ رقم سے فروخت کنندہ کو مال مبیع کی قیمت ادا کر دی۔ اور اس نے اس پر قبضہ بھی کر لیا یا اس کے کھاتہ میں جمع ہو گئی تو اس صورت میں زرِ ثمن ادا شدہ قرار پائے گا اور بیع مکمل سمجھی جائے گی۔

اسی طرح فقہ کی کتابوں میں ایسے بہت سے احکام ملتے ہیں جن کے لیئے کوئی صریح حکم کتاب اللہ میں نہیں ملتا اور نہ سُنت رسول میں کوئی حکم ملتا ہے۔ اس وقت ایک فقیہ پوری دیانت داری سے اس کی سعی بلیغ کرتا ہے کہ صحابہ کا اس سلسلہ میں کوئی تعامل مل جائے اور وہ انفرادی عمل نہ ہو بلکہ اجماعی عمل ہو۔ اور جب یہ بھی نہیں ملتا تو پھر وہ صورت واقعہ پر حکم اپنے اجتہاد و قیاس سے لگاتا ہے۔ لیکن یہ قیاس ہمیشہ کسی ایسے واقعہ اور حکم پر کیا جاتا ہے جو کتاب اللہ یا سُنت رسول اللہ سے ثابت ہو۔ اس طرح ہر فقیہ کی یہ مخلصانہ اور دیانت دارانہ کوشش ہوتی ہے کہ اللہ و رسولؐ کا کوئی حکم نہ ٹوٹے اور

صورت واقعہ جو پیش آئی ہے اس کا کوئی حل کتاب اللہ و سُنت رسول اللہؐ کے بموجب نکل آئے۔ اجتہاد کے لفظی معنی ہیں کوشش کرنا۔ اس جدوجہد اور اجتہاد کی ضرورت سب سے زیادہ عدالتی عہدہ داران یعنی مفتیوں اور قاضیوں کو پیش آتی ہے۔ اگرچہ دوسرے علماء اور ایمہ کو بھی پیش آجاتی ہے لیکن عملی ضرورت کے لئے زیادہ تر عدالتی عہدہ داروں ہی کو اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ ضرورت ہمیشہ پیش آتی رہے گی۔ عادۃً و عقلاً یہ محال ہے کہ ہر قسم کی صورت حال کسی ایک مقام یا ایک ہی زمانہ میں پیدا ہو جائے اور اُن پر احکام شرعی کی تطبیق و اطلاق میں ہر زمانہ کے اور ہر مقام کے فقہاء متفق بھی ہوں۔ ایسا نہیں ہوتا اور ایسا نہیں ہوا، یہ دنیا متغیر ہے اور تغیر اس کی وہ خصوصیت ہے جو اس سے نہ کوئی قہرمان چھین سکتا ہے اور نہ کوئی علامۃ الدہر۔

یہ عظیم الشان اور وسیع فقہی سرمایہ جو کتابوں اور فتاویٰ کی شکل میں آج ہمارے پاس موجود ہے وہ چودہ سو سال کی طویل مدت میں تیار ہوا ہے۔ کوئی ایک دن کی محنت یا ایک مقام پر فقہاء کی مساعی کا نتیجہ نہیں ہے۔ روح عصری اور ضروریات مقامی کے تقاضوں سے اس کو غیر متاثر سمجھنے کو کسی طرح صحیح نقطۂ نظر قرار دینا نہیں ممکن ہے۔

ادوار فقہ

اسلام کسی ایک رخ سے انسانوں کی اصلاح کرنے والی کوئی تحریک نہیں ہے کہ صرف عبادات، عقائد اور عائلی زندگی کو صحیح راستہ پر لگا کر اپنا کام ختم کر دے یا معاشیات یا سیاسیات کو صحیح راستہ پر ڈال دے۔ اسی طرح یہ کوئی ایسی تحریک بھی نہیں ہے کہ اسے کسی وطن یا نسل تک محدود سمجھا جائے۔ اسلام ایک ہمہ گیر تحریک ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کرتی ہے۔ عقاید عبادات، مناکحات، معاملات بلکہ متفرق آداب و متفرقات سب ہی اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ تحریک زمانہ، نسل اور وطن سے بھی تحدید و حصر میں نہیں لائی جا سکتی۔

اس صورت حال کا لازمی نتیجہ تھا کہ فقہ اسلامی یعنی کتاب اللہ و سُنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے تشریع (قانون سازی) اور تطبیق احکام کی کوششیں ہر زمانہ اور ہر مقام پر ہوتی رہیں۔ اور واقعۃً ہوتی رہیں۔ اس سے انکار دن اور رات کے تغیر سے انکار کرنے کے برابر ہے۔ ایک ہزار یا اس سے بھی طویل مدت اس دنیا پر اس طرح نہیں گزر سکتی کہ نئی صورت حال کہیں نہ پیدا ہو۔ اور جب کبھی نئی صورت واقعہ پیدا ہوگی تو نئے انداز میں حکم الٰہی کی تطبیق اور سُنت نبویؐ کا اطلاق بھی کرنا ہی پڑے گا۔

فقہ اسلامی کی مکمل اور تفصیلی تاریخ تو اس موضوع پر لکھی ہوئی کتابوں ہی سے معلوم ہوسکتی ہے۔ لیکن بطور مختصر یادداشت کے اس جگہ میں چند سطور لکھ دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

دور اول فقہ اسلامی کا دور اول عہد رسالت اور عہد صحابہ پر مشتمل ہے۔ اس دور کے ابتدائی حصہ میں خود صاحب وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود تھے، قرآن مجید نازل ہو رہا تھا۔ جیسے جیسے ضرورت پیش آتی رہی۔ لوگ صورت واقعہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کرتے تھے اور آپ یا تو وحی الٰہی سے یا خود اپنے اجتہاد سے حکم دے دیا کرتے تھے، جیسا کہ ہم قرآن مجید کی سورت مجادلہ میں اور دوسری سورتوں میں فقہی احکام پاتے ہیں یا صحیح احادیث مرفوعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فتاویٰ دیکھتے ہیں۔

اس دور میں فقہ کے دو ہی مآخذ تھے۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری قول، فعل یا اجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جسے سُنّت رسول صلعم کہا جاتا ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام اگر کسی صورت حال میں کوئی فتویٰ دیتے تھے تو صرف اس صورت میں دیتے تھے جب کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پر تشریف فرما نہ ہوتے تھے۔ اور اس پر مزید اطاعت یہ تھی کہ جب وہ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوتے تو اپنے فتویٰ کی تصحیح و اصلاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرا لیتے تھے۔

دور ثانی صحابہ کی تعداد ہزاروں سے بڑھ کر لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ اور ان سب کے لئے یکساں مدت دربارِ رسالت میں حاضری کی بھی نہیں رہی۔ پھر یہ بھی عادۃً و عقلاً ممکن نہیں ہے کہ سارے صحابہ و صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین، ایک ہی درجہ اور ایک ہی قسم کی ذہنی صلاحیت رکھتے تھے۔ اس لئے بہت تھوڑے سے ایسے صحابہ و صحابیات کے نام ملتے ہیں۔ جنہوں نے پیدا شدہ جدید صورت حال پر فتاویٰ صادر فرمائے ہیں۔ ان میں سے یہ چند نام بہت مشہور ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ المتوفی سنہ ۱۸ھ
حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ " سنہ ۱۱ھ
حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ " سنہ ۱۳ھ
حضرت علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ " سنہ ۴۰ھ
حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ " سنہ ۲۳ھ

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ المتوفی ۳۶ھ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ " ۳۲ھ

۱۱ھ کے ربیع الاول میں بارہ تاریخ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم رفیق اعلیٰ سے جاملے اور سارا بار تبلیغ دین کا اور نظم ونسق کا بھی صحابہ کرام پر آپڑا۔ اس عظیم الشان ذمہ داری کو صحابہ نے انتہائی خلوص اور کمال دینداری کے ساتھ اٹھایا اور دین اسلام کو پھیلایا۔ صحابہ مختلف مقامات پر گئے اور مختلف صورت حال میں فتوے دیے۔ ان فتوں میں اختلاف بھی نظر آتا ہے اور ایسا ہونا لازمی تھا۔ نہ ہر جگہ صورت حال ایک سی تھی اور نہ ہر شخص کو سُنت رسول کا یکساں علم تھا۔ انھوں نے قرآن مجید اور سُنت رسول میں بعض صورت حال کا حل نہ پاکر اجتہاد کیا۔

اس زمانہ میں زیادہ فتاویٰ ان بزرگوں نے دیے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ المتوفی ۲۳ھ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ المتوفی ۴۰ھ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ المتوفی ۷۳ھ

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ المتوفی ۷۳ھ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ المتوفی ۶۵ھ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ المتوفی ۳۲ھ

حضرت عبداللہ بن العباس رضی اللہ عنہ المتوفی ۶۸ھ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ المتوفی ۴۵ھ

حضرت ام المؤمنین بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا المتوفاۃ ۵۷ھ

حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ المتوفی ۴۴ھ

اس زمانہ میں ایسے شدید سیاسی فتنے بھی پیدا ہوئے جنہوں نے فقہ اور اسلامی قوانین پر بڑے اثرات ڈالے اور آزاد اجتہاد کو متاثر کیا۔ انکے اسباب پر بحث ایک طویل بحث ہے۔ لیکن یہ واقعہ ہوا کہ ایک گروہ صحابہ نے ان سے الگ رہ کر فتاویٰ اور صورت حال پر احکام بیان کرنے کا کام جاری رکھا۔

دور ثالث | اس کے بعد کا زمانہ صغار صحابہ اور تابعین کا زمانہ آیا۔ اس زمانہ کے مشہور فقہاء یہ تھے۔

حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ المتوفی سنہ ۹۳ھ

حضرت عروۃ بن الزبیر رحمہ اللہ المتوفی سنہ ۹۳ھ

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ رحمہ اللہ المتوفی سنہ ۱۰۲ھ

حضرت سالم بن عبد اللہ رحمہ اللہ المتوفی سنہ ۱۰۶ھ

حضرت سلیمان بن یسار رحمہ اللہ المتوفی سنہ ۱۰۷ھ

حضرت قاسم بن محمد رحمہ اللہ المتوفی سنہ ۱۰۱ھ

حضرت باقر بن علی زین العابدین رحمہ اللہ المتوفی سنہ ۱۱۴ھ

حضرت محمد بن جبیر رحمہ اللہ المتوفی سنہ ۱۰۲ھ

حضرت عکرمہ بن عبد اللہ رحمہ اللہ المتوفی سنہ ۱۰۷ھ

حضرت عطاء بن رباح رحمہ اللہ المتوفی سنہ ۱۱۵ھ

حضرت علقمہ بن قیس النخعی رحمہ اللہ المتوفی سنہ ۶۲ھ

حضرت حسن بن یسار البصری رحمہ اللہ المتوفی سنہ ۱۱۰ھ

حضرت ابراہیم النخعی رحمہ اللہ المتوفی سنہ ۹۶ھ

حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ المتوفی سنہ ۱۱۰ھ

حضرت عمر بن عبد العزیز الاموی رحمہ اللہ المتوفی سنہ ۱۰۱ھ

حضرت طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ المتوفی سنہ ۱۰۶ھ

حضرت الامام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی المتوفی سنہ ۱۵۰ھ

اس زمانہ میں حجاز اور عراق میں الگ الگ مکاتیب فقہ قائم ہوئے۔ اور مقامی اثرات نے اجتہاد و قیاس میں زیادہ وسعت پیدا کر دی۔ یہاں تک کہ تیسری صدی ہجری کی تکمیل تک حسب ذیل مکاتیب فقہ پیدا ہو گئے

الحنفی، بانی، حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت بن طرخان الزوطی الکوفی رحمہ اللہ المتوفی سنہ ۱۵۰ھ

المالکی، بانی حضرت امام مالک بن انس الاصبحی رحمہ اللہ المتوفی سنہ ۱۷۹ھ

الشافی، بانی حضرت امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ المتوفی سنہ ۲۰۴ھ

الحنبلی، بانی حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ۔ المتوفی سنہ ۲۴۱ھ

الزیدی، بانی حضرت امام زید بن علی بن الحسین رحمہ اللہ ———— المتوفی ۱۲۲ھ

الظاہری، بانی حضرت امام داؤد بن علی بن خلف الظاہریؒ ———— المتوفی ۲۷۰ھ

اس عہد کے بعد اور چند مکاتیب فقہ پیدا ہوئے جن میں سے مشہور ترین مکتب فقہی، الجعفری ہے جو حضرت امام جعفر الصادق بن محمد باقر رحمہ اللہ المتوفی ۱۴۸ھ اور ان کے والد بزرگوار حضرت محمد باقر کے فتاویٰ سے قائم ہوا۔

ان فقہا کے مابین اجتہادی مسائل میں اور کہیں کہیں اصول استنباط میں اختلافات پائے جاتے ہیں جو عموماً تین طرح کے ہیں۔

(۱) اختلاف زمانی، وہ اختلافات جو زمانہ کی تبدیلی کی وجہ صورت حال بدل جانے کی بناء پر پیدا ہوئے۔

(۲) اختلاف مکانی، وہ اختلافات جو مختلف مقامات کے مختلف حالات نے پیدا کئے۔

(۳) اختلافات برہانی، وہ اختلافات جو روایات حدیث کے قبول و عدم قبول سے پیدا ہوئے۔ یا اس لئے پیدا ہوئے کہ سب کو ساری روائیتیں نہیں مل سکتی تھیں۔ کسی کو حدیث و آثار ملے اور کسی کو خبر نہ مل سکی۔

اس زمانہ میں فقہ کے ماخذ چار قرار پا گئے

(الف) کتاب اللہ قرآن مجید

(ب) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو روایات کے ذریعہ یا متفق علیہ تعامل امت سے حاصل ہوئی۔ زیادہ حصہ سنت کا تعامل صحابہ سے حاصل ہوا ہے اور کمتر حصہ روایات سے۔

(ج) اجماع امت یعنی صحابہ کرام کا اجماع عمل۔ اس میں چند لوگوں کے انفرادی عمل یا شخصی رائے کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ اکثریت کے عمل کا اعتبار ہوتا ہے۔

(د) قیاس۔ یا اجتہاد۔ یعنی مندرجہ تینوں ذرائع سے اگر کوئی واضح حکم نہ مل سکے تو مجتہد کا عموماً اور قضاۃ و عدالتی عہدہ داروں کا صورت حال پر حکم۔ یہ عموماً کسی حکم سابق پر علت اور سبب کے اشتراک پر غور کر کے دیا جاتا ہے۔

ان ہی ماخذوں سے حاصل شدہ مسائل اور ان پر فقہاء کی عالمانہ قانونی موشگافیوں سے یہ عظیم الشان ذخیرہ کتب فقہ پیدا ہوا ہے۔

ان چند سطور کے بعد میں اپنے مختصر سے تعارفی مقدمہ کو ختم کرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ وہ ہمیں خلوص اور ایمان کامل کے ساتھ یہ توفیق بھی عطا فرمائے کہ ہم ساری دنیا کے مسلمان اپنے اوپر شرعی قانون کو پوری طرح اور بغیر چون وچرا نافذ کر دیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صدق دل سے عمل کریں۔ فقہائے کرام کے اجتہادی احکام سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کرنے کے لیئے رہنما اصول حاصل کریں۔

وما توفیقنا الا باللہ العظیم

الامام الکرخی

الشیخ الامام الورع البارع ابوالحسن عبید اللہ بن الحسین بن دلال بن دلہم الحنفی الکرخی

ولادت :- بمقام کرخ جدّان ۲۶۰ھ ہجری بہ زمانۂ خلافت المعتمد علی اللہ العباسی (۲۵۶-۲۷۹ھ)

وفات :- بمقام بغداد ۳۴۰ھ ہجری (۹۵۲ء) بہ زمانۂ خلافت المطیع للہ العباسی (۳۳۴-۳۶۳ھ)

بغداد کے قریب دریائے دجلہ کے پار کئی پنچکیاں قدیم زمانہ سے تھیں جنھیں ایرانی قبضہ کے زمانہ میں چرخ کہتے تھے۔ یہی لفظ چرخ عربی زبان میں الکرخ ہوگیا اور بغداد کی تعمیر کے بعد یہاں بہت سے مکان، عمارتیں اور محلے بن گئے، انھیں الکرخ کہتے تھے اور تمیز کے لئے مختلف پن چکیوں کے ناموں سے منسوب کرکے مختلف ناموں سے یاد کیا کرتے تھے۔ ان ہی میں سے ایک چکی جدان نامی کسی شخص کی تھی۔ اس کی وجہ سے پورا محلہ کرخ جدان کہلاتا تھا۔ اسی محلہ میں امام الکرخی ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اسی کرخ کی طرف امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم الکرخی، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے ارشد ترین شاگرد کی نسبت بھی ہے جو کوفہ سے آکر اسی محلہ میں اقامت پذیر ہوگئے تھے۔ امام ابویوسف کی وفات ۱۸۲ھ میں ہوئی تھی۔

امام کرخی جس زمانہ میں پڑھنے کے قابل ہوئے۔ اس زمانہ میں شہر بغداد مرکز علم وادب تھا۔ خود محلہ کرخ میں اور دریائے دجلہ کے دوسری طرف شہر بغداد میں بڑے بڑے علماء اور ادباء کا جمگھٹا تھا۔ انہوں نے اپنی تعلیم کے دوران تقریباً ان تمام علماء فقہا اور محدثین سے استفادہ کیا جو اس زمانہ میں وہاں موجود تھے۔ ان کے اساتذہ کرام میں سب سے زیادہ اہم شخصیت حضرت ابوسعید البردعی کی تھی جو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے پوتے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ کے شاگرد تھے اور اسی سلسلۂ سند سے امام ابوحنیفہ کی روایت کردہ احادیث اور خود امام صاحب کے فتاویٰ روایت کرتے تھے۔

امام کرخی کے تلامذہ اور مستفیدین کی بہت بڑی تعداد ہے جن میں سے اکثر علوم تفسیر، حدیث اور

فقہ کے آفتاب و ماہتاب ہو کر چمکے ہیں۔ ان میں مشہور ترین علماء یہ تھے۔

ابوبکر الرازی الجصاص مصنف کتاب احکام القرآن، المتوفی سنہ ۳۷۰ھ

ابوعبداللہ الدامغانی

ابوعلی الشاشی

ابوحامد الطبری

ابوالقاسم التنوخی

ابوعبداللہ الجرجانی

ابوزکریا القریر البصری

ابوعبداللہ المعتزلی

امام الکرخی نے بہت سے رسالے اور کتابیں تالیف کیں جن میں سے یہ چار کتابیں بہت مشہور ہیں۔

(۱) المختصر فی الفقہ

(۲) شرح الجامع الکبیر للامام محمد بن حسن الشیبانی المتوفی سنہ ۱۸۹ھ

(۳) شرح الجامع الصغیر " " " " "

(۴) رسالۂ اصول فقہیہ

امام کرخی بڑے نیکوکار، زاہد اور متقی بزرگ تھے۔ وہ اگرچہ ایک غریب آدمی اور محنت مزدوری کر کے بمشکل ہی گزارہ کرتے تھے لیکن حکومت کی طرف سے بار بار عہدۂ قضا پیش ہونے کے باوجود انہوں نے کسی قسم کی سرکاری ملازمت قبول نہیں کی۔ طلبہ کو مفت درس دیا کرتے تھے اور خود مزدوری کر کے گزارہ کرتے تھے۔

وہ سخت حنفی تھے اور یہ سختی اس زمانہ کے بدعتی فرقوں اور جعلی روائتیں بنانے والوں کی وجہ سے اُن میں پیدا ہو گئی تھی۔ انہوں نے اپنی اسی سالہ زندگی میں بہت سے سیاسی اور دینی فتنے دیکھے، طعنے سنے، مخالفتوں سے واسطہ پڑتا رہا لیکن وہ ہمیشہ عقیدہ صحیحہ اور عمل بالسنۃ سے وابستہ رہے۔ یہاں تک ۱۵ ارشعبان سنہ ۳۴۰ھ کی شب کو وفات پائی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

الامام النسفی

الامام العلامۃ نجم الدین ابوحفص عمر بن محمد بن احمد بن اسماعیل بن محمد بن لقمان الحنفی النسفی

شہر سمرقند اور نہر جیحوں کے مابین ایک مشہور مردم خیز شہر ہے نسف، امام نجم الدین النسفی اسی شہر میں ۴۶۰ھ ہجری (مطابق ۱۰۶۷ء) میں پیدا ہوئے۔ اس شہر کی طرف اور بھی کئی جلیل القدر علماء کی نسبت آتی ہے جن میں سب سے زیادہ مشہور تفسیر مدارک التنزیل کے نامور مصنف حافظ الدین عبداللہ بن احمد المتوفی ۷۱۰ھ بھی ہیں۔ جن کی مصنفہ کتاب کنز الدقائق اب تک مدارس اسلامیہ میں پڑھائی جاتی ہے

علامہ نجم الدین ابوحفص النسفی نے علمائے سمرقند، بخارا، مرغینان، تاشقند اور مرانہ کے علمائے معاصرین سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد مزید تعلیم کے لئے حجاز و عراق کا رخ کیا اور ایک طویل مدت تک تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کر کے واپس اپنے وطن آئے اور شہر سمرقند میں مسند درس و تدریس بچھائی۔ اور اسی شہر میں ۱۲۔ جمادی الاولیٰ ۵۳۷ھ (مطابق ۱۱۴۲ء) کو وفات پائی۔ انھوں نے طلبہ کو تعلیم دینے کے علاوہ اپنے قلم کو بھی زندگی بھر رواں دواں رکھا۔ حتیٰ کہ یہ مشہور ہے کہ انھوں نے تقریبًا سو کتابیں اور رسائل تصنیف کئے۔ ان میں سے مشہور یہ کتابیں ہیں۔

(۱) التیسیر فی التفسیر

(۲) طلبۃ الطلباء فی لغۃ الفقہاء

(۳) الاکمل الاطول

(۴) نظم الجامع الصغیر

(۵) کتاب العقاید

(۶) کتاب المواقیت

(۷) کتاب القند فی علمائے سمرقند

(۸) قید الاوابد

(۹) نظم الخلافیات فی الفقہ

(۱۰) تاریخ بخارا

انھوں نے اصول الکرخی میں ہر اصل کے ساتھ ایک ایک مسئلہ کا بطور مثال اضافہ کیا۔ موجودہ کتاب اصول الکرخی، ان مثالوں کے ساتھ ترجمہ کر کے شائع کی جا رہی ہے۔

(جزاہ اللہ خیر الجزاء وتغمدہ بغفرانہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصول الکرخی

وہ اصول جن پر حنفی فقہاء کی کتابوں کی بنیاد قائم ہے اور جنہیں علامہ ابوالحسن کرخی نے پیش کیا ہے۔
ان اصولوں کی مثالیں اور نمونے امام نجم الدین ابوحفص عمر بن احمد النسفی نے بیان کی ہیں۔

اصل (۱) جو بات یقین سے ثابت ہو چکی ہو وہ شک سے زائل نہیں ہوتی۔

مثال۔ امام نسفی نے فرمایا۔ اس اصول کے مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ کسی کو وضو ٹوٹنے کا شک ہوا ہو جب کہ پہلے سے وضو کرنے کا یقین موجود تھا تو اس کا وضو اس وقت تک برقرار ہے جب تک کہ اسے وضو ٹوٹنے کا یقین نہ ہو جائے اور جسے وضو کرنے میں شک ہو (کہ آیا اس نے وضو کیا ہے یا نہیں) جب کہ اسے حدث کا یقین پہلے سے تھا تو وہ حدث پر قائم رہے گا جب تک کہ اس میں یہ یقین نہ پیدا ہو جائے کہ اس نے اب وضو کر لیا۔

اصل: (۲) حالت ظاہری مانع استحقاق تو ہے لیکن موجب استحقاق نہیں ہے۔

مثال۔ امام نسفی فرماتے ہیں: اس کے مسائل میں سے یہ بھی ایک مسئلہ ہے کہ کسی کے قبضہ میں کوئی گھر ہو پھر اور کوئی شخص اس گھر پر (ملکیت کا) دعویٰ دائر کر دے تو مدعیٰ علیہ کا ظاہری قبضہ مدعی کے استحقاق کے لئے مانع ہے۔ حتی کہ اس کے حق میں اس وقت تک فیصلہ نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ وہ ثبوت نہ پیش کر دے۔ اگر اس گھر کے قریب کوئی اور گھر فروخت کر دیا گیا اور مدعی یہ چاہے کہ وہ حق شفعہ کی بناء پر اس گھر کو خود خرید لے اور یہ حق شفعہ اسے اس گھر کے جوار کے سبب حاصل ہوا ہے جو مدعیٰ علیہ کے قبضہ

میں ہے اور مدعی علیہ اس بات کی تردید کرتا ہے کہ جو گھر اس کے قبضہ میں ہے وہ مدعی کی ملکیت ہے تو مدعی علیہ کا ظاہری قبضہ مدعی کو شفعہ کا حق نہیں دیتا جب تک کہ یہ بات ثابت نہ ہو جائے کہ وہ گھر (جس پر مدعی علیہ کا قبضہ ہے) مدعی کی ملکیت ہے۔

اصل (۳) ظاہری حالت جس کی تائید میں ہو اس کا قول معتبر ہوگا اور جو شخص ظاہری حالت کے خلاف دعویٰ کرتا ہے اسے (اپنے دعویٰ کے حق میں) ثبوت پیش کرنا ہوگا۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: اس کے مسائل میں سے ایک یہ مسئلہ بھی ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے شخص پر قرض اور تاوان کا دعویٰ کر دیا اور وہ شخص اس کا انکار کرتا ہے تو بات انکار کرنے والے ہی کی معتبر ہوگی کیونکہ پیدائشی طور پر ہر شخص ذمہ داری سے بری ہوتا ہے اور جو شخص ظاہری حالت کے برعکس دعویٰ کرتا ہے اسے ثبوت پیش کرنا ہوگا۔

اصل (۴) دعاوی کے اندر خصمین کے ابین مسئلہ متنازعہ میں اصل مقصود کا اعتبار ہوگا نہ کہ ظاہری حالت کا۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر امانت دار سے امانت کے لوٹانے کا مطالبہ کیا جائے اور وہ یہ کہے کہ میں نے تجھے امانت لوٹا دی ہے اور امانت رکھوانے والا کہے کہ تو نے امانت واپس نہیں کی ہے تو اس صورت میں امانت دار کی بات معتبر ہوگی اس کے باوجود کہ مدعی کا دعوی ظاہری حالت کے مطابق ہے جس کا ثبوت مدعی علیہ کا یہ کہنا کہ میں نے تجھے امانت لوٹا دی ہے۔ کیونکہ مقصود ضمان ہے اور وہ ضمان کا انکار کر رہا ہے لہذا اس کی بات مانی جائے گی۔

اصل (۵) جب دو ظاہری حالتیں (متصادم) ہوں اور ان میں سے ایک دوسری حالت سے زیادہ واضح ہو تو واضح تر ظاہری حالت قابل ترجیح ہوگی کیونکہ وہ واضح تر ہے۔

مثال۔ علامہ نسفی اسکی مثال یہ دیتے ہیں: اگر کسی نے کسی جنین (وہ بچہ جو ابھی رحم مادر میں ہے) کیلئے قرض کا اقرار کیا تو امام محمد کے نزدیک اس کا یہ اقرار درست ہوگا اگرچہ اس میں اس کے غلط ہونے کا بھی احتمال ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اسکا یہ اقرار درست نہیں ہوگا۔ کیونکہ اگر وہ یہ وضاحت بھی کر دے کہ یہ قرضہ اسپر کسی لین دین کی بناء پر ہے تب بھی یہ قرضہ اسپر لازم نہیں ہوگا۔ اسلیئے کہ جنین سے اسکا لین دین ہی درست نہیں ہے۔ لیکن اگر اس نے بالصراحت یہ کہا کہ اس نے اس جنین کا مال ضائع کر دیا تھا اور اس پر اسکا تاوان واجب ہے تو اس صورت میں اسکا اقرار درست ہوگا لیکن اگر اس نے اجمالاً ہی اقرار کیا تو وجوب قرض میں شک پڑ جانے کیوجہ سے قرض اسکے ذمہ واجب نہ ہوگا۔

لیکن امام محمد فرماتے ہیں کہ ظاہری حالت کا تقاضا ہے کہ ایک صاحبِ عقل مسلمان بامقصد اور درست کلام کرتا ہے لہذا اس کی بات سے یہ مراد لیا جائے گا کہ اس نے اس جنین کا کچھ مال ضائع کیا ہوگا تاکہ اس کا کلام درست ثابت ہو۔ امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ اس اقرار سے اس پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ اس ظاہری حالت کا تقابل ایک اور زیادہ واضح ظاہری حالت سے ہے وہ یہ کہ ایک عقل مند مسلمان سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ دوسروں کا مال ضائع نہیں کرے گا کیونکہ ایسا کرنا گناہ ہے۔

اصل (۶) مسلمانوں کے معاملات کو احتیاط اور بہتری پر معمول کیا جائے گا الا یہ کہ اس کے خلاف کوئی ظاہری صورت موجود ہو۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی نے ایک درہم اور ایک دینار فروخت کیا دو درہم اور دو دینار کے بدلے میں تو یہ بیع جائز ہوگی اور ایک جنس کی بیع دوسرے جنس سے سمجھی جائے گی تاکہ بیع کو جائز قرار دیا جا سکے۔ ہر مسلمان کی ظاہری حالت اس سے عمل صالح کی متقاضی ہے۔ لیکن اگر اس نے یہ بات واضح کر دی کہ اس نے ایک درہم کے بدلے میں دو درہم اور ایک دینار کے بدلے میں دو دینار خریدے ہیں تو اس صورت میں بیع فاسد ہو جائے گی۔ کیوں کہ اس نے خود ہی ظاہری حالت کی نفی کر دی۔

اصل (۷) صورت حال بھی اسی طرح ایک دلیل ہے جس طرح کسی کا قول دلیل ہو سکتا ہے۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: کہ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی نے دوسرے شخص کے پاس اپنا مال بطور امانت رکھوایا اور اس آدمی نے یہ مال اپنے کسی زیر کفالت شخص کے سپرد کر دیا اور وہ مال اسکے قبضہ میں ضائع ہو گیا تو وہ اس کا ضامن نہ ہوگا اگرچہ امانت رکھوانے والے نے امانت دار کو اس بات کی بالصراحت اجازت نہ دی ہو کہ وہ کسی اور شخص کو یہ امانت دے سکتا ہے۔ کیونکہ جب اس نے یہ امانت اس کے سپرد کی تھی تو وہ یہ جانتا تھا کہ وہ دن رات ہر وقت اس کی حفاظت اپنے ہاتھ سے نہیں کر سکتا۔ اس کا یہ جاننا گویا اس بات کی اجازت ہے کہ وہ شخص اس امانت کی حفاظت اس طرح کرے گا جس طرح وہ اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے، کبھی خود اور کبھی اپنے زیر کفالت فرد کے ذریعے اور یہ چیز

اس کے لئے واضح اجازت کی طرح ہوگی اور "مسائل الفور" کی بنیاد اسی اصول پر ہے۔

اصل (۸) وہ چیز جو قول سے ثابت نہیں ہوتا وہ کبھی فعل سے ثابت ہو جاتا ہے جیساکہ بچہ کے مسئلہ میں ہوتا ہے۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: کہ اس کی نظیر یہ ہے کہ کسی نے دوسرے آدمی کو کسی لین دین میں اپنا وکیل مقرر کیا اور پھر اسے اسکی عدم موجودگی میں قولاً معزول کر دیا۔ تو وہ اس وقت تک معزول نہیں ہوگا۔ جب تک کہ اس وکیل کو اپنے معزول کئے جانے کی خبر نہ ہو جائے حتی کہ اگر وکیل نے اپنے موکل کے حکم کے مطابق کچھ کیا اور اسے اپنے معزول کیئے جانے کا علم نہیں تھا تو اس کا یہ تصرف نافذ ہوگا۔ اور اگر موکل نے اس مجلس میں خود کوئی تصرف کیا اس کام میں جسے کرنے کا حکم وہ وکیل کو دے چکا ہے اور وکیل کو اس کا علم نہیں ہوا تو وہ حکماً معزول ہو جائے گا کیونکہ خود موکل کا تصرف نافذ ہو چکا ہے اور علامہ کرخی کا یہ کہنا کہ "جیساکہ بچہ کے مسئلہ میں ہوتا ہے"، اس سے مراد یہ ہے کہ بچہ اپنے فعل کی بناء پر ذمہ دار ہو جاتا ہے اگرچہ وہ اپنے قول کی وجہ سے لین دین، کفالہ اور اقرار میں ذمہ دار نہیں ہوتا۔

اصل (۹) سوال اور خطاب، عام اور اکثر پر لاگو ہوتے ہیں شاذ اور نادر پر نہیں ہوتے۔

مثال۔ علامہ نسفی اس کی یہ مثال دیتے ہیں کہ اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ وہ انڈا نہیں کھائے گا تو اس سے مراد پرندے کا انڈہ ہوگا مچھلی وغیرہ کا انڈہ اس سے مراد نہ ہوگا

اصل (۱۰) سوال کے جواب سے مراد وہی ہوگا جو کسی قوم کے مابین وہاں متعارف ہے۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: کہ کسی نے یہ قسم کھائی کہ وہ غذا نہیں کھائے گا تو وہ صرف دودھ پینے سے حانث ہو جائے گا اگر تو وہ عرب ممالک میں ہو اور اگر وہ ممالک عجم میں ہے تو حانث نہیں ہوگا۔ اور ہر قوم کی غذا وہ ہے جو ان کے مابین متعارف ہوتی ہے۔

اصل (۱۱) ہر آدمی سے اس کے اپنے حق میں اس کے اقرار کے مطابق سلوک کیا جائے گا اور دوسرے کے حق کو باطل قرار دینے میں اس کی بات تسلیم نہیں کی جائے گی۔ اور نہ اس کی یہ بات قابل قبول ہوگی کہ وہ دوسرے پر کوئی حق قائم کر دے۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: اس کی مثال یہ ہے کہ وہ عورت جس کا نسب معلوم نہ ہو اور وہ کسی انسان

کے لئے غلامی کا اقرار کرے اور وہ شخص بھی اس بات کی تصدیق کر دے تو وہ عورت اس کی لونڈی بن جائے گی لیکن اس سے اس کے شوہر کا نکاح باطل نہ ہوگا اور نہ ہی اس کا شوہر اس مقرلہ شخص کے لئے کسی تاوان کا ضامن ہوگا جب کہ اس نے ایک مرتبہ اس عورت کا مہر پورا کا پورا دے دیا ہو۔ اور امانت دار کہ جس کو امانت ادا کر دینے کا حکم دیا گیا ہے اگر یہ کہہ دے کہ میں نے فلاں شخص کو امانت دے دیا تھا اور وہ شخص انکار کرے کہ تو نے مجھے امانت نہیں دی تھی تو اس صورت میں امانت دار کی بات اپنی ذات کو تاوان سے بری کرانے کے لئے تو معتبر ہوگی لیکن دوسرے شخص کے خلاف قبضے کی بناء پر ضمان کے وجوب کے لئے معتبر نہ ہوگی۔

اصل (۱۲) (نزاع کی صورت میں) امین کی بات کا قسم کے ساتھ اعتبار ہوگا۔ بغیر ثبوت کے۔

مثال ۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: مثلاً امانت دار یہ دعوی کر دے کہ اس نے امانت اس کے مالک کو واپس کر دی تھی یا وہ اس کے پاس ضائع ہو گئی ہے۔ یہی صورت تمام امانت داروں کی ہوگی۔ جیسے مستعیر مضارب، وکیل وغیرہم۔

اصل (۱۳) جس نے کسی چیز کا التزام کیا اور اس چیز کے نفاذ کے لئے کوئی شرط بھی ہے تو جو چیز دوسرے کے اثر کرنے کے لئے شرط ہے وہ حکم کے اعتبار سے سابق ہے اور دوسرا لاحق ہوگا۔ اور سابق کا (پایا جانا) لاحق کی درستی اور جواز کے لئے لازمی ہوگا۔

مثال ۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: جیسے کوئی شخص نماز کا اہتمام کرے تو اس پر نماز کی ادائیگی سے قبل طہارت کا اہتمام لازم ہوگا کیونکہ طہارت نماز کے لئے شرط ہے۔

اصل (۱۴) اگر لین دین کرنے والے صحیح صورت کی صراحت کریں گے تو معاملہ درست ہوگا اور اگر وہ صورت فساد کی صراحت کر دیں گے تو معاملہ فاسد ہوگا اور اگر بات کو مبہم رکھیں گے تو ان کے کلام کو صحت پر محمول کیا جائے گا۔

مثال ۔ امام نسفی فرماتے ہیں: کسی نے چاندی کے دس درہم وزن کا ٹکڑا اور ایک کپڑا جس کی قیمت دس درہم تھی بیس درہم میں فروخت کر دیا اس شرط پر کہ اس میں سے دس درہم موجل ہیں ایک ماہ تک پس اگر انہوں نے اس کی صراحت کر دی کہ دس درہم جو ادھار ہیں۔ دراصل کپڑے کی قیمت ہے اور دس درہم

نقد چاندی کے ٹکڑے کی قیمت ہے تو یہ عقد درست ہے اور اگر انہوں نے صراحت کر دی کہ ادھار درہم چاندی کی قیمت ہے تو عقد فاسد ہوگا اور اگر انہوں نے بات گول مول کی تو صحت پر محمول کرتے ہوئے دس درہم نقد کو چاندی کی قیمت گردانا جائے گا اور ادھار والے دس درہم کپڑے کی قیمت متصور ہوں گے۔

اصل (۱۵) وہ فساد جو اصل عقد (معاملہ) میں واقع ہو اور وہ فساد جو عقد کے متعلقات میں سے کسی ایک میں واقع ہو، ان دونوں کے درمیان فرق کیا جائے گا۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: اس کے مسائل میں سے ایک مثال یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی غلام کو فروخت کر دے ایک ہزار درہم اور ایک رطل شراب کے عوض تو بیع فاسد ہو جائے گی۔ پھر انہوں نے خمر کو عوض سے بھی نکال دیا تو بیع جائز نہ ہوگی کیونکہ فساد اصل عقد میں واقع ہوا ہے۔ اور اگر اس نے فروخت کیا ایک غلام کو ایک ہزار درہم فصل کی کٹائی کے وقت تک موجل (ادھار) پر تو بیع فاسد ہو جائے گا کیونکہ اَجل (مدت ادائی) نامعلوم ہے۔ پھر اگر انہوں نے کٹائی کا وقت آنے سے قبل ہی اجل کی شرط کو نکال دیا تو عقد جائز ہو جائے گی کیونکہ (ادائی کے وقت کی تعیین) بیع کے متعلقات میں سے ہے۔

اصل (۱۶) ضمانتیں (تاوان) جو کسی کے ذمہ ہوں دو صورتوں کے سوا واجب نہیں ہوتیں۔ یا تو قبضہ کے ساتھ یا شرط کے ساتھ۔ اگر یہ دونوں نہ پائی جائیں تو وہ واجب نہ ہوں گی۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: اس کے مسائل میں سے یہ ہے کہ قبضہ (لے لینا) کی صورت غصب کر لینا، رہن پر قبضہ کر لینا ہے یا بغیر گواہ مقرر کئے اٹھا لینا ہے وغیرہ۔ اور شرط کی صورت یہ ہے کہ عقد کو قبول کر لینا جیسے خریدنا، اجرت پر لینا، اور کفالت وغیرہ ہے۔

اصل (۱۷) احتیاط حقوق اللہ میں جائز ہے اور حقوق العباد میں جائز نہیں۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: اس کے مسائل میں سے یہ ہے کہ جب نماز کے جائز ہونے اور فاسد ہونے میں شبہ پیدا ہو جائے تو احتیاط اسی میں ہے کہ نماز پھر سے پڑھ لی جائے کیونکہ جو چیز اس پر واجب نہیں اس کا ادا کرنا اس سے بہتر ہے کہ جو چیز اس پر واجب ہے اور وہ اسے ترک کر دے اور ضمان کے جائز ہونے اور عدم جواز کے سلسلہ میں جب شبہ پیدا ہو جائے تو احتیاط ضروری نہیں اس لئے کہ شک

کی بناء پر کوئی ضامن نہیں ہوتا۔

اصل (۱۸) اصل اور فرع کے بارے میں خبر دی جائے تو اسمیں فرق کیا جائے گا۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: اس کے مسائل میں سے یہ مسئلہ ہے کہ جب کسی عورت نے زوجین کے درمیان رضاعت کی خبر دی تو ان دونوں کو جدا نہیں کیا جائے گا البتہ ان کے فروع میں طلاق یا خلع کے ذریعے تفریق کرادی جائے گی۔

اصل (۱۹) وہ علم جو ظاہراً ثابت ہو اور وہ علم جو یقین سے حاصل ہو ان دونوں کے مابین امتیاز کیا جائے گا۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: اس کے مسائل میں سے یہ ہے کہ جس چیز کا علم یقین سے حاصل ہو اس پر عمل کرنا ضروری ہے اور اس پر اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے اور جو ظاہراً ثابت ہو اس پر عمل کرنا ضروری ہے لیکن اس پر اعتقاد ضروری نہیں ہے۔ اس کی وضاحت پانچ اوقات کی فرض نمازوں اور وتر سے کی جائے گی۔ اسی طرح کانوں کا سر میں ہونا (یعنی سر کا حصہ ہونا) علم ظاہر سے ہے لہذا ان کے مسح کی فرضیت کو ان پر قیاس نہیں کیا جاسکتا جو کہ علم یقین سے ثابت ہے۔ اور حطیم کا خانہ کعبہ کا حصہ ہونا علم ظاہری سے ثابت ہے لہذا کعبہ کی طرف پشت کر کے حطیم کی طرف منہ کر کے نماز جائز نہ ہوگی۔ کیونکہ اس کے مقابلے میں کعبہ کی طرف منہ کرنا نماز میں علم یقین سے ثابت ہے۔ اسی طرح جب قاضی کوئی فیصلہ دے دے پھر کسی ظاہری دلیل سے اسے پتہ چلے کہ اس نے فیصلہ میں غلطی کی ہے لیکن وہ یقینی دلیل نہ ہو تو اس کا فیصلہ برقرار رہے گا اور جب اس کی غلطی کسی دلیل یقینی سے ظاہر ہو یعنی کسی نص یا اجماع سے تو اس کا فیصلہ ٹوٹ جائے گا۔

اصل (۲۰) بعض اوقات چیز ثابت ہو جاتی ہے تبعاً اور حکماً اگرچہ وہ قصداً کبھی کبھی باطل بھی ہو جاتی ہے۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: اس کے مسائل میں سے ہے کہ اگر اس نے وکیل کو اس کی عدم موجودگی میں معزول کر دیا تو یہ چیز تبعاً ثابت ہو جائے گی کیونکہ موکل نے خود اس میں تصرف کیا ہے اور اگر اس نے وکیل کو قصداً معزول کر دیا تو یہ اس وقت تک درست نہ ہوگا جب تک کہ وکیل کو اس کا علم نہ ہو جائے۔ اگر اس نے ایک غلام کو فروخت کیا تو اس کے اطراف بھی مبیع میں تبعاً داخل ہوں گے اس طرح گھر کا صحن گھر فروخت کرنے کی صورت میں اور (پانی کا) چشمہ زمین کے فروخت کی صورت میں ان میں داخل

ہوگا اور اسی طرح گھر کی ہوا گھر کی فروخت میں داخل ہوگی۔ لیکن اگر کسی نے گھر کے اطراف کو اور ہوا اور پانی کی نالی کو قصداً فروخت کر دیا تو یہ بیع گھر کو الگ کر کے جائز نہیں ہوگی۔ اس کی مثالیں اور بھی بہت سی ہیں۔

اصل (۲۱) اجازت لاحقہ وکالت سابقہ کی طرح ہے۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: اس کے مسائل میں سے ایک یہ مسئلہ بھی ہے کہ کسی نے دوسرے کے مال پر لین دین کیا یا دوسرے کی ذات پر عقد نکاح یا بیع وغیرہ کیا اور یہ اس کی اجازت کے بغیر تھا پھر اس کو اس عقد کی خبر پہنچی اور اس نے اسے جائز قرار دے دیا تو یہ عقد احناف کے نزدیک نافذ ہو جائے گا اور عقد کرنے والا اس کے وکیل کی مانند قرار پائے گا۔ امام شافعی البتہ اسے تسلیم نہیں کرتے کیونکہ انکے نزدیک عقد موقوف نہیں رہ سکتا۔

اصل (۲۲) جو چیز حالت توقف میں پائی جائے وہ اصل میں موجود کی مانند ہوگی۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: اس کے مسائل میں سے یہ ہے کہ عقد کے بعد دیگر فوائد جو مشتری کو حاصل ہوں اگر یہ اس کے ساتھ بائع کی اجازت سے متصل ہوں تو یہ مشتری کے لئے عند العقد موجود مانی جائیں گی۔

اصل (۲۳) اجازت (مال) متوقف میں ہی عمل کرے گی۔ جائز میں نہیں کرے گی۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: اس کے مسائل میں سے یہ ہے کہ کسی شخص کو ایک شخص غلام کے پانچ سو درہم میں خریدنے کا حکم دیا گیا اور اس نے اسے چھ سو درہم میں خرید لیا تو یہ شخص اس غلام کو اپنے لئے خریدنے والا قرار پائے گا اور اگر اس نے حکم دینے والے کو بتا دیا کہ اس نے اس کے لئے غلام چھ سو درہم میں خریدا ہے اور اس نے اس کی اجازت دے دی تو بھی اس اجازت سے وہ غلام حکم دینے والے کا نہیں ہوگا کیونکہ خریداری بوقت خرید مشتری کے لئے واقع ہو چکی ہے لہذا اس میں اجازت پر عمل نہیں کیا جائے گا اور یہ غلام اس کا نہ ہوگا۔

اصل (۲۴) اجازت صحیح ہو جائے گی اور پھر اسے وقت عقد کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ محل کا عقد کو قبول کرنے کے قابل ہونا اسی وقت شرط ہے، تاکہ اس میں حکم عقد اجازت کی صورت میں

ثابت ہوجائے اور اسے لوٹا دیا جائے گا وجود عقد کے وقت کی طرف لہٰذا اگر محل ہلاک ہونے والا ہو تو اس میں عقد، اجازت کی وجہ سے نافذ العمل نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر وہ اجازت کے وقت مرض الموت میں مبتلا ہو اور عقد کا وقوع حالت صحت میں تھا تو اس صورت میں یہ مریض کا تصرف سمجھا جائے گا تندرست آدمی کا نہیں۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: اس کے مسائل میں سے یہ بھی ہے کہ اجازت کا اعتبار قائم (وہ مال جو ضائع نہ ہوا ہو) میں ہوگا ضائع شدہ (مال) میں نہیں۔ یعنی اگر مبیع متوقف (وہ خریدی ہوئی چیز جس کے لئے مالک کی اجازت درکار ہو) ضائع ہوجائے اور پھر عقد کی اجازت دی جائے تو اجازت نافذ نہیں ہوگی۔

اصل (۲۵) ہر وہ عقد جس کا کوئی اجازت دینے والا اس کے وقوع پذیر ہونے کے وقت موجود ہو تو یہ عقد اس کی اجازت پر موقوف ہے۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: اس کے مسائل میں سے یہ مسئلہ ہے کہ جب کسی آدمی نے ایک بچے کا مال فروخت کر دیا مارکیٹ کے ریٹ پر تو اس بچے کے ولی کی اجازت پر یہ بیع موقوف ہوگی کیونکہ اسے خرید و فروخت کے لئے ولایت کا حق حاصل ہے لیکن اگر بچے نے اپنی بیوی کو طلاق دے دیا یا اپنا غلام آزاد کر دیا یا اپنا مال خیرات کر دیا تو یہ اس اجازت پر موقوف نہیں ہوگا کیونکہ ولی کو اس کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

اصل (۲۶) ملکیت کو مشروط کر دینا نتائج کے ساتھ باطل ہے اور زوال ملکیت کو نتائج کے ساتھ متعلق کرنا جائز ہے۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: اس کے مسائل میں سے یہ مسئلہ ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوا تو میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ فروخت کر دیا ایک ہزار درہم پر اور اس نے کہا کہ مجھے منظور ہے یا اس نے اجازت یا ہبہ وغیرہ میں ایسا کہا، تو یہ درست نہ ہوگا۔ اور شرط کے پورے ہونے کے وقت ملکیت واقع نہیں ہوگی۔ اور اگر اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے یا اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوا تو آزاد ہے تو یہ درست ہوگا اور جب شرط پایا جائے گا تو طلاق اور عتاق دونوں واقع ہوجائیں گے اور ملک نکاح اور ملک یمین دونوں زائل ہوجائینگے۔

اصل (۲۷) شئ کا اعتبار اس وقت تک ہوگا جب تک کہ وہ اپنے موضوع پر نقض اور ابطال نہ لائے۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: اس کے مسائل میں سے یہ ہے کہ عبد محجور جب ایک مدت معلوم تک کے لئے خود کو کرائے پر دے دے کوئی کام کرنے کی خاطر تو یہ درست نہیں ہوگا اس کے مالک سے دفع ضرر کی وجہ سے اگر ہم اس کے فاسد ہونے کا فیصلہ صادر کرتے مدت گزرنے اور کام ختم ہوجانے کے بعد تو یہ مالک کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہوتا کہ اس کے غلام کے منافع کو بغیر کسی معاوضے کے معطل کر دیا جاتا۔ تو یہاں دفع ضرر اس کو صحیح قرار دینے میں ہے اس لئے کہ اگر ہم اس کے فاسد ہونے کا فیصلہ کرتے تو یہ دفع مضرت نہ ہوتا بلکہ ضرر کو متحقق کرنے کا باعث بنتا لہذا نظر لوٹ آئے گا ضرر کی بناء پر

اصل (۲۸) ہر وہ آیت جو ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہو تو اسے نسخ یا ترجیح پر محمول کیا جائے گا اور بہتر یہ ہے کہ اسے تاویل پر محمول کیا جائے تاکہ توافق ظاہر ہوجائے۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: اس کے مسائل میں سے یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اشتباہ کے وقت تحری کر کے قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے نماز ادا کر دی تو یہ جائز ہوگا ہمارے نزدیک کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول "فولوا وجوھکم شطرہ" کی تاویل یہ ہے کہ جب تمہیں معلوم ہو اس کی سمت اور جس رخ پر تمہاری تحری واقع ہو بوقت اشتباہ ـــــ نسخ کی مثال جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "ولرسولہ ولذی القربیٰ" کہ اس آیت سے ذوی القربیٰ کا حصہ مال غنیمت سے ثابت ہے اور ہم کہتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہوگیا ہے اجماع صحابہ سے۔ ترجیح کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول "والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجًا" تو اس آیت کی ظاہر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ مشتمل ہے حاملہ متوفی عنہا زوجہا پر بھی کہ وہ اپنی عدت صرف وضع حمل سے ختم نہیں کرے گی چار ماہ دس دن گزرنے سے قبل کیوں کہ آیت کریمہ عام ہے، ہر متوفی عنہا زوجہا کے بارے میں ہے چاہے وہ حاملہ ہو یا نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول "واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن" اس بات کا متقاضی ہے کہ ان کی عدت وضع حمل کے ساتھ ہی ختم ہوجائے (مقررہ) مہینے گزرنے سے قبل ہی۔ کیونکہ یہ عام ہے متوفی عنہا زوجہا اور غیر متوفی عنہا زوجہا سب پر مشتمل ہے۔ لیکن ہم نے اس آیت کو ابن عباس کے قول کی بناء پر ترجیح دی کہ یہ آیت اس پہلی آیت کے بعد نازل ہوئی تھی لہذا اس نے اسے منسوخ

کر دیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں مدتوں کو احتیاط کی بنا پر جمع کر دیا کیونکہ تاریخ مشتبہ ہے۔

اصل (۲۹) ہر وہ حدیث جو ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہو اسے نسخ پر محمول کیا جائے گا یا یہ سمجھا جائے گا کہ وہ معارض ہے اپنے ہم پلہ حدیث کے۔ پھر کوئی اور ایسی دلیل یا وجہ ترجیح لائی جائے گی ان وجوہ الترجیح میں سے جن کے ساتھ ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) حجت قائم کرتے ہیں۔ یا اسے محمول کیا جائے گا تطبیق پر۔ اور دلیل قائم ہونے کی مناسبت ہی سے ایسا کیا جائے گا۔ لہٰذا اگر نسخ کی دلیل قائم ہو جائے تو اسے نسخ پر محمول کیا جائے گا اور اگر دلیل کسی اور پر قائم ہو جاتے تو ہم اس کی طرف رجوع کریں گے۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: اس کے مسائل میں سے یہ ہے کہ امام شافعی فجر نماز کی سنتوں کو فجر نماز ادا کرنے کے بعد طلوع الشمس سے پہلے ادا کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں جیسا کہ روایت کیا گیا ہے عیسیٰ سے کہ اس نے کہا مجھ کو رسول اللہ نے فجر نماز کے بعد دو رکعت پڑھتے دیکھا اور پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو میں نے کہا کہ یہ فجر کی دو سنت رکعتیں ہیں جو میں نے نہیں پڑھی تھیں تو آپ خاموش ہو گئے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ منسوخ ہے اس حدیث سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا نماز فجر کے بعد کوئی نماز نہ پڑھی جائے۔ یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے اور نہ عصر کے بعد نماز پڑھی جائے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔ اور معارضہ کی مثال یہ ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ فجر کی نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے حتیٰ کہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور یہ معارض ہے حضرت انس کی روایت کردہ اس حدیث سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک قنوت پڑھی پھر اسے چھوڑ دیا پس جب اس کی دونوں روایتیں متعارض ہیں تو لہٰذا دونوں ساقط ہو جائیں گی۔ اور یہ ہمارے لئے حدیث ابن مسعود وغیرہ دلیل بنے گی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ماہ تک قنوت پڑھی جس میں آپ نے عرب کے بعض قبائل کے خلاف بد دعا کی اور پھر اسے چھوڑ دیا۔ اور تاویل کی مثال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو کہتے تھے "سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد" یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ امام اور غیر امام ذکر کے دونوں جملوں کو جمع کر سکتا ہے۔ پھر آنحضرت سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا "جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو"۔ اور تقسیم اشتراک کو کاٹ دیتی ہے تو ان کے درمیان یوں تطبیق کی جائے گی کہ دونوں کو جمع کرنا منفرد کے لئے ہے اور ایک ایک

کو پڑھنا امام کے لئے اور مقتدی کے لئے ہے۔ اور امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ جمع کرنا دونوں کا متنفل کے لئے ہے اور فرض نماز پڑھنے والے کے لئے افراد ہے یعنی صرف ایک ذکر کا پڑھنا۔

اصل ۔(۳۰) حدیث جب کسی صحابی سے مذکور ہو اور ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہو تو اگر اس کی سند ہی درست نہیں ہے تو ہم اس کے جواب دینے کی زحمت سے بچ جائیں گے اور اگر وہ درست ہے اپنی سند کے اعتبار سے تو اس کا حکم اپنے تمام اقسام کے ساتھ پہلے گزر چکا ہے لیکن شبہ سے بچنے کے لئے بہتر ہے کہ جب کسی صحابی کی حدیث اجماع کے سوا کسی اور جگہ آئے تو اسے تاویل پر محمول کیا جائے یا اسے معارضہ پر محمول کیا جائے جو اس کے اور اس کے ہم پلہ اور صحابی کے درمیان ہو۔

مثال ۔ علامہ نجم الدین عمر النسفی فرماتے ہیں: کہ اس کے قول " لا یصح فی الاصل" کا مطلب یہ ہے کہ وہ روایتِ عدل نہ ہو تو اس کی غرابت ثابت ہے اور اس پر عمل کسی کے لئے ضروری نہیں ہے۔ لہذا اس کے خلاف دلیل لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ اگر اس کی سند مضبوط ہو تو حدیث ثابت ہو جائے گی اور اس کا رد لانے کی ضرورت پڑے گی تو ہم اس کے مقابلے میں کسی دوسرے صحابی کا قول رکھ دیں گے تو یہ اسی اختلاف کے مانند ہو جائے گا جو صحابہ میں جد اور اخوۃ اور زوج ثانی کا طلاق یا دو طلاقوں کو ختم کرنے اور ایام تشریق کے تکبیرات کے بارے میں پایا جاتا ہے۔

اصل ۔ (۳۱) جب کوئی عمل اجتہاد کے ذریعے ثابت ہو چکے تو وہ اسی جیسے اجتہاد کے ذریعے فسخ نہیں ہو گا۔ البتہ نص اس کے مقابلے میں آ جائے تو فسخ ہو جائے گا۔

مثال ۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: یہ صورت تحری اور دعووں کے فیصلوں میں واقع ہو گی۔

اصل ۔ (۳۲) نص تعلیل کی محتاج ہے اس کے غیر کے حکم سے خود اپنے ہی حکم سے اس کی تعلیل نہیں ہو سکتی۔

مثال ۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: اس کی مثال یہ ہے کہ حرمت ان چھ اشیاء کی جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول " الحنطۃ بالحنطۃ" الخ میں ہیں ثابت ہے عین نص سے، اس کا ثبوت بالمعنی نہیں ہے۔ اور دیگر تمام ماپی جانے والی چیزوں اور وزن کئے جانے والی چیزوں میں یہ حرمت بالمعنی ثابت ہے۔ یعنی جس میں جنس اور قدر دونوں موجود ہوں۔ اسی طرح اس جیسی دوسری چیزوں میں یہ ثابت ہے۔

اصل ۔ (۳۳) حکم کی علت اور اس کے حکمت میں فرق کیا جائے گا کیونکہ علت باعث وجوب ہے اور حکمت سبب وجوب نہیں ہے۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: اس کے مسائل میں سے یہ ہے کہ سفر علت ہے قصر نماز پڑھنے کے لئے اور اس کی حکمت مشقت ہے۔ لہٰذا سفر کی صورت میں قصر ثابت ہو جاتا ہے اگرچہ اس میں کوئی مشقت نہ ہو اور حکمت کا نہ ہونا حکم کے معدوم ہونے کا سبب نہیں بنتا۔ علت کی موجودگی نے حکم (قصر) کو ضروری قرار دے دیا۔ استبراء کے وجوب کی علت ملک یمین کے ذریعے ملک وطئی کو از سرِ نو قائم کرنا ہے اور اس کی حکمت نسب کو بچانا ہے اور مختلف نطفوں کے ملنے سے بچنا ہے۔ اس لئے اگر کسی نے کوئی کنواری لونڈی خریدی یا کوئی لونڈی کسی عورت یا بچہ سے خریدی تو استبراء ضروری ہے باوجودیکہ رحم کا خالی ہونا یقینی ہے۔ کیونکہ حکمت کا نہ پایا جانا وجوب کے عدم کو مستلزم نہیں ہے کیونکہ جدید پیدا شدہ ملکیت جو استبراء کی علت ہے، پیدا ہو گئی۔

اصل۔ (۳۴) جب پوچھنے والا کوئی سوال کرے تو مسئول (مفتی وغیرہ) کے لئے ضروری ہے کہ وہ مطلقاً اور عمومی انداز میں جواب نہ دے بلکہ وہ اس میں غور و فکر کرے کہ آیا وہ ایک ہی قسم کا سوال ہے یا وہ دو قسموں یا بہت سے اقسام میں بٹ جاتا ہے پھر وہ ہر قسم پر حرف بحرف غور کرے اور اس کے بعد وہ اس سوال کی مناسبت سے اپنا جواب دے۔ اور اس قاعدے کے فوائد بے شمار ہیں اس لئے کہ اگر وہ مطلق جواب دے گا تو بعض اوقات بہت جلد اپنے جواب کو خود ہی توڑ دے گا کیونکہ الفاظ اپنے عمومی معانی میں بہت کم بولے جاتے ہیں۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: اس کی صورتیں تمام اقسام عبادات، تملیکات، جنایات وغیرہ میں واقع ہوتی ہیں۔ مثلاً جب کہا جائے کہ ایک آدمی نے ظہر کی نماز میں دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرا ہے تو کیا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی یا یہ کہا گیا کہ فلاں نے روزے کی حالت میں کھانا کھایا تو جواب دینے والا پوچھے گا کہ آیا اس نے ایسا بھول کر تو نہیں کیا؟ یا جان کر ایسا کیا ہے؟ اور جب کہا جائے کہ ایک غلام نے کوئی چیز خریدی ہے تو پوچھا جائے گا کہ کیا وہ محجور ہے یا ماذون ہے؟۔ اور جب کہا جائے کہ ایک آدمی نے دوسرے کو قتل کر دیا ہے اور اس کا کیا حکم ہے تو پوچھا جائے گا کہ آیا اس نے اسے عمداً قتل کیا ہے یا خطأً یا قتل شبہ عمد ہے اور پھر کس آلہ سے اسے قتل کیا ہے اور جب کہا جائے کہ فلاں آدمی نے زنا کیا ہے تو پوچھا جائے گا کیا وہ محصن ہے یا غیر محصن۔ اس کی مثالیں بے شمار ہیں۔

اصل۔ (۳۵) جب کوئی واقعہ پیش آئے اور اس میں تاویل کرنے والے کو ہمارے اصحاب کی کتابوں میں کوئی

مثال یا جواب نہ ملے تو اسے چاہیئے کہ وہ ہمارے اصحاب کی کتابوں سے باہر سے اس کے جواب کا استنباط کرے یا قرآن یا سنت سے جواب حاصل کرے یا اس کے علاوہ دوسرے دلائل سے جواب حاصل کرے۔ دلیلوں میں قوی سے قوی تلاش کرے، ایسا کرے گا تو وہ اس اصول سے تجاوز نہیں کریگا۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: کہ اس اصول سے مقررہ مسائل نکالے گئے ہیں اور نئے پیش آنے والے حوادث بھی اسی سے نکالے جاتے ہیں۔

اصل ۔(۳۶) جب ایک ہی لفظ سے دو معنی ظاہر ہوتے ہوں اور ان میں سے ایک دوسرے کے مقابلے میں زیادہ واضح ہو دوسرا اس سے خفی تر ہو تو واضح معنی خفی معنی سے زیادہ معتبر ہوگا۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں کہ: اس کی مثال ہے اللہ تعالیٰ کا یہ قول" ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین"۔ اس کو ہمارے اصحاب نے محمول کیا ہے۔ اس عقد (قسم) پر جو واضح ہو اور یہ مستقبل سے متعلق ہوتا ہے اور شافعی نے اسے محمول کیا ہے اس قسم پر جو کہ دل کے عزم سے ہو اور یہ ماضی میں بھی واقع ہوتا ہے اور اوّل چونکہ زیادہ واضح ہے لہذا اسے ترجیح دی گئی۔

اصل ۔(۳۷) یہ جائز ہے کہ آیت کے اوّل حصّہ کا حکم عام ہو اور آخری حصّہ کا حکم خاص ہو۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں کہ: اس کی مثال یہ ہے: اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔" ومن قتل مؤمنا خطأً فتحریر رقبۃ مومنۃ ودیۃ مسلمۃ الی اھلہ" پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس شخص کے بارے میں جو دار الحرب میں اسلام لے آیا اور ہماری طرف ہجرۃ نہ کی کہ" فان کان من قوم عدو لکم وھو مومن فتحریر رقبۃ مومنۃ" اور اللہ تعالےٰ نے یہاں" ودیۃ مسلمۃ الی اھلہ" نہیں فرمایا۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ آیت کا ابتدائی حصہ خاص ہو اور اس کے آخر کا حکم عام ہو اور اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے"۔ فلا جناح علیھما أن یصلحا بینھما صلحا والصلح خیر" تو اللہ تعالیٰ کا قول" بینھما صلحا" میاں بیوی کے حق میں ہے اور" الصلح خیر" پہلے کے مقابلے میں عام ہے۔

اصل ۔(۳۸) جب ایک ہی موضوع کی دو حدیثیں اگر باہم معارض ہوں اور ان میں سے ایک میں درحقیقت دو الفاظ چھوڑ دیئے گئے ہوں تو اُن میں توفیق کی وہ صورت اولیٰ ہوگی جس میں متروکہ الفاظ کو موجود تسلیم کر لیا گیا ہو۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں، اس کی مثال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" مستحاضہ ہر نماز کے وقت کے لئے وضو کرے گی"۔ اور آپ نے فرمایا" مستحاضہ ہر نماز کے لئے وضو کرے گی"۔ تو ہمارے

اصحاب نے دونوں پر عمل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی طہارت وقت کے اعتبار سے باقی رہے گی۔ کیونکہ پہلی حدیث میں وقت کا ذکر ہے۔ اور دوسری حدیث میں اس کا احتمال موجود ہے۔ کیونکہ بعض اوقات نماز کہہ کر نماز کا وقت مراد لیا جاتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جہاں بھی مجھے نماز نے پالیا میں تیمم کر دوں گا" یعنی نماز کا وقت آگیا۔ اور شافعی نے جو کہا کہ وہ نماز کے ساتھ موقت ہے تو انھوں نے دوسری حدیث کی صراحت پر عمل کیا ہے اور انھوں نے وقت کے لفظ کو حدیث سے گرا دیا ہے۔

اصل۔(۳۹) بیان کا اعتبار ابتداء کے ساتھ ہوگا۔ اگر ابتداءً صحیح ہے تو بہتر ورنہ اس کا اعتبار نہ ہوگا۔

مثال۔ علامہ نسفی فرماتے ہیں: اس کے مسائل میں سے ایک یہ ہے کہ جب آدمی نے اپنی دو بیویوں سے دخول کر چکنے کے بعد کہا کہ تم دونوں کو طلاق ہے اور پھر ان دونوں سے عدت کے ایام ہی میں کہا کہ تم دونوں میں سے ایک کو تین طلاقیں ہیں تو اس کے اس بیان کا اعتبار ہوگا کہ تین طلاق کس کے لئے ہیں جبتک کہ وہ عدت میں ہیں۔ جیسا کہ اگر اس نے شروع ہی میں ایسا کیا ہو۔ لیکن اگر ان کی عدت گزر گئی اور پھر اُس نے تین طلاق کا تعین ان میں سے کسی ایک کے لئے کیا تو یہ درُست نہیں ہوگا۔ اور یہ توفیق باقی رہے گا کیونکہ اگر اس نے شروع ہی میں ایسا کیا ہوتا تو درست نہ ہوتا۔ اب اگر ان میں سے ایک کی عدت پہلے ختم ہوگئی تو دوسری عورت تین طلاق والی ہو جائے گی۔

تمت بعون اللہ وتوفیقہ والحمد للہ علی کل حال وعلی رسولہ الصلوٰۃ والسلام

مطبع : ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی پریس ، اسلام